ندیم مقبول
ریسرچ اسکالر
شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

آزادی کے بعد کراچی کے ادبی رسائل کا مختصر جائزہ

ABSTRACT

Karachi's literary magazines in post-independence era : a brief overview
By Nadeem Maqbool, Research Scholar, Dept. of Urdu, University of Karachi.

After the creation of Pakistan, a large number of literary Urdu magazines were launched from Karachi. These magazines have played a very important role in the making of Karachi's literary scene and Pakistan's literary history. This article researches and analyses the prominent Urdu literary magazines of Karachi and the role they played in promotion of Urdu language and literature in Pakistan.

اُردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں اُردو کے ادبی رسائل بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کے دوران اُردو کے کئی ممتاز ادیب اور شاعر بھی اپنے رسائل و جرائد کے پس منظر کے ساتھ ہجرت کر کے کراچی آ گئے تھے۔

اس مضمون میں کراچی کے ان قابلِ ذکر رسائل و جرائد کا جائزہ لیا گیا ہے جو پاکستان کے قیام کے بعد کراچی سے جاری ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے فوری بعد ۲۵ راگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے کراچی کے بارے میں فرمایا تھا:

> ”کراچی کوئی معمولی شہر نہیں۔ قدرت نے اسے نادر خصوصیات سے نوازا ہے جو اس زمانے کی ضروریات و حالات کے لیے قطعاً موزوں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بے حقیقت قریہ ترقی کر کے اس مقام کا مالک ہے اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب کراچی کا شمار دُنیا کے بہترین عروس البلاد میں ہوگا۔ اس کا ہوائی اڈا اور بحری بندرگاہ ہی نہیں، خود شہر بھی قابلِ دید ہوگا۔ بہ لحاظ آب و ہوا بھی کراچی اپنی مثال آپ ہے جہاں سال بھر صحت بخش ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ مجھے کراچی کا مستقبل نہایت شاندار نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں تعمیر و ترقی کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ اس شہر کی توسیع و ترقی کے امکانات بے حد و بے حساب

ہیں، لہٰذا ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے۔ یہ خوبصورت شہر ایک فخر روزگار عروس البلاد کی صورت اختیار کر لے اور تجارت و صنعت اور علم و ثقافت کا مرکز بن جائے۔(۱)''

قیامِ پاکستان کے وقت چار لاکھ آبادی والا یہ شہر اس وقت تین کروڑ کی دوڑ میں شامل ہونے کے قریب تر ہے۔ اس شہر کی خصوصیات میں صرف اس بات کو اہمیت حاصل نہیں کہ یہ بانیٔ پاکستان کی جائے پیدائش ہے، پاکستان کا پہلا دارالخلافہ رہا ہے، سمندر کے کنارے آباد ہونے اور بندرگاہ ہونے کی وجہ سے اس کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے یا اس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کی اوّلین قرارداد یہاں منظور کی گئی تھی، بلکہ کراچی کا امتیازی وصف یہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا مرکز رہا ہے۔ گرچہ اس کی علمی و ادبی اور ثقافتی اہمیت قیامِ پاکستان سے پہلے بھی کم نہ تھی مگر قیامِ پاکستان کے بعد اس کی اس خصوصیت میں مزید نکھار پیدا ہوتا چلا گیا۔

قیامِ پاکستان کے نتیجے میں ہونے والی ہجرت کے سبب ہندوستان کے اکثر ادبّاء و شعرا نے اسی شہر کو اپنا مسکن بنایا تو علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کی محفلوں نے اس شہر پر راج کرنا شروع کر دیا اور کراچی ادب کا ایک مضبوط قلعہ قرار پایا۔

اس شہر میں ہندوستان کے جن شہروں، قصبات اور علاقوں سے کثیر تعداد میں ہجرت ہوئی ان میں ''دکن، بہار، دہلی، لکھنؤ، جونپور، سیتاپور، مراد آباد، بجنور، سرسی، سہارنپور، لکھیم پور، اناؤ، ملیح آباد، میرٹھ، فتح پور، کانپور، مظفر نگر، سادات باہرہ، رائے بریلی، غازی پور، بنارس، بمبئی، شکارپور، اعظم گڑھ، بھاؤنگر، سلطان پور، مرزاپور، آگرہ اور امروہہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔(۲)''

کراچی میں اُردو شعر و ادب کی ابتدا انگریزوں کے دورِ اقتدار سے ہی ہو گئی تھی، مگر اس میں اصل نکھار اور خوبصورتی قیامِ پاکستان کے بعد پیدا ہوئی جب برّصغیر کے چوٹی کے اہلِ قلم نے اس سرزمین پر اپنے قدم رکھے تب کہیں جا کر اس شہر کی ادبی حیثیت کو دُنیا نے آنکھ بند کر کے تسلیم کیا۔

عثمان دموہی لکھتے ہیں:

''کراچی میں اُردو شعر و ادب کی ابتدا انگریزوں کے قبضے کے بعد سے ہوئی۔ وہ اس طرح کہ اس دور میں کراچی کے ایک خوش حال شہر کی حیثیت سے اُبھرنے کی وجہ سے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے جو لوگ ہجرت کر کے کراچی میں آباد ہوئے۔ ان میں یوپی کے لوگ بھی شامل تھے۔ وہاں یہ اپنے شہروں میں فرصت

کے اوقات میں تفریحِ طبع یا اپنے ذوق کی تسکین کے لیے شعروادب کا سہارا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے یہاں بھی اپنی تفریحِ طبع کے لیے شعری اور ادبی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور باہم شعروادب کی محفلیں منعقد کرنے لگے۔ مقامی لوگ اُردو ادب کی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہ بھی اُردو شعرونثر پر طبع آزمائی کرنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر اُردو ادب کا گہوارہ بن گیا۔(۳)''

اس حقیقت سے بھی یقیناً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی بھی شہر میں اگر علم وادب ترقی کرے تو اس کا مطلب اس شہر کے لوگوں کی ترقی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شہر کی بڑھتی ہوئی ادبی سرگرمیاں اس شہر کی ثقافت اور تہذیب پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اس بارے میں اظہر قادری لکھتے ہیں:

''کسی قوم کے تاریخی، تہذیبی، سیاسی، معاشی اور سماجی پہلوؤں کو ادب جس طرح پیش کرتا ہے اس کی مثال زندگی کے کسی اور شعبے میں نہیں ملتی۔ ادب قوموں کے مزاج، اُمنگوں اور جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ادب قوموں کی شناخت اور ان کی پہچان ہے۔(۴)''

کراچی کی ادبی اور علمی فضا کو پروان چڑھانے میں کراچی کے ادبی رسائل وجرائد نے بھی بہت اہم کردار اَدا کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد بے شمار رسائل وجرائد کا اجراء ہوا۔ ان میں سے کچھ رسائل وجرائد آج تک ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں، جبکہ کچھ کا اجراء بند ہوگیا۔

قیامِ پاکستان سے پہلے جو رسائل وجرائد برّصغیر پاک وہند کے مختلف شہروں، قصبوں اور علاقوں سے جاری تھے تقسیم کے بعد اہلِ قلم حضرات کی کراچی ہجرت کے ساتھ ساتھ اُن کے مدیران بھی ہجرت کر کے کراچی آگئے اور کراچی کی ادبی فضا کو ممتاز مقام دلانے میں اپنا بھرپور کردار اَدا کیا۔

تقسیم کے بعد ہندوستان سے کراچی منتقل ہونے والے چند اہم ادبی رسائل:

''اُردو''

''اُردو'' سب سے پہلا سہ ماہی رسالہ ہے جو ۱۹۲۱ء میں ہندوستان سے نکلا۔ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد کا یہ ترجمان اپنے دامن میں علم وادب کے بہت سے خزینے چھپائے ہوئے تھا۔ اس دور میں ہندوستان سے نکلنے والے رسائل میں رسالہ ''اُردو'' اور پھر ''ہندوستانی'' بڑے اہم شمار کیے جاتے ہیں۔ اس مجلہ کا پاکستانی دور جنوری ۱۹۵۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں لکھنے والوں میں خاص نام ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری، محمود خان شیروانی، مولوی محمد مہدی، مولوی عبدالحق، مولوی

ہاشمی صاحب کے ہیں (۵)۔

''نگار''

''نگار'' کا شمار صفِ اوّل کے ادبی رسائل میں ہوتا ہے۔ ''نگار'' سب سے پہلے نیاز فتح پوری کی زیرادارت ہندوستان سے جاری ہوا تھا۔ اس کا پہلا شمارہ فروری ۱۹۲۲ء میں منظر عام پر آیا۔ فروری ۱۹۲۲ء سے دسمبر ۱۹۲۲ء تک یہ آگرہ سے نکلا۔ پھر جنوری ۱۹۲۳ء سے جون ۱۹۲۷ء تک بھوپال سے شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد جولائی ۱۹۲۷ء سے جولائی ۱۹۶۲ء تک ''نگار'' لکھنؤ سے نکلتا رہا۔ پھر یہ کراچی آ گیا اور کراچی سے اس کا پہلا شمارہ بلا کسی تاخیر اگست ۱۹۶۲ء میں جاری ہوا (۶)۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری جو ''نگار'' کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔ ''نگار'' کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''نگار'' کی سب سے بڑی خوبی یہ رہی ہے کہ بڑے بڑے ادیبوں یا شاعروں کے نام سے اپنے قارئین کو مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ مضامین کی اشاعت میں ''کس نے لکھا'' کو نظر انداز کر کے ''کیا لکھا ہے'' کو پیش نظر رکھا۔ مضمون یا کلام خواہ کسی کا ہو، اگر ''نگار'' کے معیار پر پورا اُترتا ہے تو شائع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''نگار'' کے لکھنے والوں میں سینکڑوں گمنام، غیر معروف اور کم معروف لکھنے والوں کے نام بھی نظر آئیں گے۔ (۷)''

''ساقی''

''ساقی'' کا اجراء جنوری ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس کے مدیر شاہد احمد دہلوی تھے۔ ''ساقی'' اور شاہد احمد دہلوی نے ایک پوری نسل کی ادبی و ذہنی تربیت کی ہے۔ ''ساقی'' میں لکھنے والوں میں کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر احسن فاروقی، محمد حسن عسکری، انتظار حسین، وقار عظیم، قیوم نظر، جمیل جالبی، ابوالخیر کشفی اور پروفیسر عزیز احمد کے ساتھ ساتھ احمد ندیم قاسمی، انتظار حسین، شوکت تھانوی، قرۃ العین حیدر، کرشن موہن بھی شامل رہے۔ کراچی سے اس کا پہلا شمارہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا (۸)''

''نیا دور''

کراچی سے شائع ہونے والا ایک اہم رسالہ ''نیا دور'' ہے۔ اس رسالے کو ادبی رسائل میں دُنیا بھر میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ اپنی ہیئت و ساخت کے اعتبار سے ''نیا دور'' دیگر رسائل سے مختلف قرار دیا جا سکتا ہے۔ ''نیا دور'' کا اجراء صمد شاہین نے تقسیم سے قبل بنگلور سے کیا تھا۔ کراچی سے شائع ہونے کے بعد عدم توجہی کے باعث کچھ عرصہ بند رہا پھر شمیم احمد اور ثناء اللہ نے دوبارہ شائع کیا۔ اس کے لکھنے والوں میں اُردو ادب کی بڑی اہم اور قدآور شخصیات نظر آتی ہیں جن میں

ڈاکٹر محمد اشرف، جمیل جالبی، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، ن۔م۔راشد، آل احمد سرور، خلیل الرحمن اعظمی، حسن عسکری، ممتاز حسین اور ڈاکٹر شوکت حسین سبزواری، منٹو، غلام عباس، آغا بابر، شاہد احمد دہلوی، شوکت صدیقی، انتظار حسین اور خدیجہ مستور جیسے نام بھی شامل ہیں۔ شاعری میں جوش ملیح آبادی، ابن انشاء، احمد ندیم قاسمی، فیض احمد فیض، منیر نیازی اور عزیز حامد مدنی جیسے عظیم نام اس رسالے کے قلمی معاونین رہے(۹)۔

''افکار''

کراچی سے شائع ہونے والے رسائل میں ماہنامہ ''افکار'' کی اہمیت بھی مسلّمہ ہے۔ ''افکار'' کا پہلا شمارہ مارچ ۱۹۴۶ء میں بھوپال سے شائع ہوا تھا اور تقسیم کے بعد اس کا پہلا شمارہ کراچی سے ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا(۱۰)۔ اس کے لکھنے والوں میں صہبا لکھنوی، ابراہیم جلیس، رضیہ فصیح احمد، مرزا ادیب، پرکاش پنڈت، اختر حسین رائے پوری، اَدا جعفری، یاس یگانہ، ابن انشاء، شوکت تھانوی، مشتاق احمد یوسفی، کرشن چندر، ہاجرہ مسرور، عصمت چغتائی، علی عباس حسینی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل جالبی، سحر انصاری، ڈاکٹر ابواللیث، مختار زمن، جوش، احمد فراز، میراجی، ممتاز حسین شامل ہیں(۱۱)۔

''افکار'' کے بارے میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں:

> ''افکار'' ۱۹۴۵ء میں بھوپال سے جاری ہوا۔ اس پرچے نے وسط ہند میں اُردو کے جدید ادب کا مذاق پیدا کیا۔ ترقی پسند تحریک کو نئی توانائی دی۔ تقسیم کے بعد ''افکار'' کراچی سے نکلا اور اس نے پاکستان کے علاقائی ادب کو خاص اہمیت دی۔(۱۲)''

قلم کار خواہ شاعر ہو، ادیب ہو یا صحافی، وہی لکھتا ہے جو دیکھتا ہے، سُنتا ہے، سوچتا ہے یا محسوس کرتا ہے، یعنی اُس کا قلم ہمیشہ وقت اور حالات کے دھارے پر چلتا ہے اور یہی سب تقسیم کے بعد بھی ہوا، لہٰذا تقسیم کے فوری بعد رسائل و جرائد کے موضوعات میں بھی تبدیلی واقع ہوئی اور رسائل و جرائد میں بھی ہجرت، فساد اور تقسیم کے موضوعات کو زیادہ جگہ دی گئی، کیونکہ اہلِ قلم عصری صورتِ حال کو زیادہ بہتر انداز میں محسوس کر سکتے ہیں۔

اس حوالے سے شمشیر خان لکھتے ہیں:

> ''تقسیم کے بعد اُردو رسائل کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان رسائل کے مضامین میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ تقسیم سے پہلے ادیب کے سوچنے کا انداز مختلف تھا۔ وہ حصولِ آزادی کے جذبے سے سرشار تھا۔ آزادی کے بعد اُس کی فکر بدل جاتی ہے، اُس کی سوچ کے دھارے بدل جاتے ہیں۔ برّصغیر دو حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے

اور یہ تقسیم صرف زمین کی تقسیم نہیں بلکہ نظریات وعقائد کی تقسیم بھی ہے اور ماحول کی تبدیلی بھی۔ یہ تقسیم دو بڑی تہذیبوں کی تقسیم بھی ہے۔ ماحول کی تبدیلی، نظریات و عقائد کی تقسیم اور تہذیب کی تقسیم، ادیب کے ذہن کو بھی متاثر کرتی ہے اور اس کا اثر اُس کی تخلیق پر پڑتا ہے، اگر ان تبدیلیوں کا مطالعہ کرنا ہو تو اُردو رسائل کا جائزہ لینا ہوگا۔ (۱۳)''

قیامِ پاکستان کے ابتدائی گیارہ سال تک ملک میں جمہوری نظام تھا، اس جمہوری دور میں کراچی سے نکلنے والے اہم ادبی رسائل یہ ہیں۔

''منزل''

''منزل'' ۱۹۴۷ء میں جناب خالد عرفانی کی زیر ادارت شائع ہوا۔ منزل کے سالنامہ ۱۹۴۹ء میں ادب کی مختلف اصناف پر تحریریں موجود ہیں اس میں افسانے، غزلیات، ڈرامے، مقالات وغیرہ شامل ہیں اس رسالے میں ایک حصۂ نسواں بھی موجود ہے جن میں مختلف خواتین قلم کاروں کی تحریریں موجود ہیں جن میں قراۃ العین حیدر اور ممتاز شیریں جیسی نامور شخصیات کی تحریریں بھی ہیں (۱۴)۔

ابتدائی گیارہ سالوں (دورِ جمہوریت) میں کراچی سے کُل ۱۴۲ رسائل و جرائد نکل رہے تھے۔ جن میں ۸ سالنامے، ۱۰ سہ ماہی، ۲ دو ماہی، ۱۰۶ ماہنامے، سات پندرہ روزہ اور نو ہفت روزہ تھے۔ رسائل و جرائد میں ماہناموں کے بعد ہفت روزوں کا درجہ آتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے سال یعنی ۱۹۴۷ء میں کراچی میں کوئی ہفت روزہ موجود نہ تھا۔ لیکن ابتدائی گیارہ سالوں میں صورت حال یکسر بدل گئی اور کراچی سے نو ہفت روزوں کا اجراء ہوا، لیکن کوئی بھی ہفت روزہ ملک گیر سطح پر توجہ حاصل نہ کرسکا۔ ابتدائی گیارہ سالوں میں کراچی سے سات پندرہ روزہ رسالوں کا اجراء ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں ریڈیو پاکستان کے ترجمان کے طور پر محشر بدایونی نے پندرہ روزہ ''آہنگ''، حافظ عبدالقدر اور عبدالقادر حسینی نے ترجمان جمعیت اہلحدیث کے طور پر پندرہ روزہ ''الارشاد جدید'' اور ف۔م۔ساقی نے پندرہ روزہ ''ساغر'' جاری کیا۔ ۱۹۵۲ء میں احمد عبداللہ المسدوسی نے ''الشرق'' اور ۱۹۵۳ء میں پندرہ روزہ ''الاسلام'' کا اجراء ہوا۔ ابتدائی گیارہ سالوں میں کراچی سے محض ۲ دو ماہی جریدے شائع ہوئے جو یقینی طور پر دو ماہی دورانیے کے معیار پر پورا نہیں اُترتے تھے، جبکہ سالناموں کے ضمن میں کراچی سے ۸ سالناموں کا اجراء ہوا جن میں اُردو کالج کراچی کا ''برگِ گُل'' قابلِ ذکر ہے۔ سالنامے بالعموم تعلیمی اداروں کے زیر اہتمام ہی شائع کیے گئے (۱۵)۔

اس کے علاوہ دیگر رسائل اور جرائد میں ماہنامہ ''اعلان''، رشید جاوید کی ادارت میں ۱۹۴۶ء میں جاری ہوا۔

ماہنامہ ''فردوس'' ۱۹۴۷ء میں محمد واحدی کی ادارت میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''مضراب'' جس کے مدیر جناب قمر ہاشمی تھے، ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ ہفت روزہ ''عمل'' عبیداللہ قریشی کی زیر ادارت ۱۹۴۸ء میں جاری ہوا۔ بشیر احمد ملک کی زیر ادارت پندرہ روزہ ''پیام'' بھی ۱۹۴۸ء میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''مشیر'' ۱۹۴۹ء میں محمود فاروق کی زیر ادارت نکلا۔ ماہنامہ ''عکس نو'' قدیر درانی کی ادارت میں ۱۹۴۹ء کو جاری ہوا۔ ماہنامہ ''ریاض'' ۱۹۴۹ء میں نصیر احمد کرمانی کی زیر ادارت جاری ہوا۔ ماہنامہ ''سیارہ'' ۱۹۵۲ء میں جاری ہوا اس کے مدیر نسیم ہمدانی تھے۔ جناب صہبا صاحب کی زیر ادارت ماہنامہ ''چونچ'' ۱۹۵۶ء میں جاری ہوا اور ۱۹۵۷ء میں ماہنامہ ''سحر'' جاری ہوا (۱۶)۔

آزادی کے بعد ادبی رسائل کا یہ دور گرچہ کوئی بہت اچھا دور نہیں تھا، ابتدا میں مالی مسائل اور دیگر پابندیوں کے علاوہ اس دور میں ادبی رسائل کا رُجحان بھی ترقی پسند تحریک کی طرف ہی جھکا رہا۔ اس کے علاوہ اس دور کے رسائل میں فسادات، ہجرت اور دیگر مسائل کا ذکر ملتا ہے۔ تاہم وقت اور حالات کے بدلنے سے ان رُجحانات اور موضوعات میں بھی تبدیلی آنا شروع ہوئی، مگر ان حالات کے باوجود ادب کی تخلیق اور اس کی ترویج میں وہ کبھی پیچھے نہ ہٹے۔

۱۹۵۸ء کے بعد ملک میں ایک مرتبہ پھر تبدیلی واقع ہوئی اور ۱۹۴۷ء میں شروع ہونے والا جمہوریت کا سفر رُک گیا اور آمریت نے ملک پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اس تبدیلی نے ملک کے ہر شعبے میں تبدیلی پیدا کردی۔ جب ملک کا سارا منظرنامہ ہی تبدیل ہوگیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس تبدیلی کے اثرات ادب پر نہ آئیں، لہٰذا کراچی سے جاری ہونے والے ادبی رسائل نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کیا اور بدلتے ہوئے رُجحانات کو ان رسائل وجرائد کا حصّہ بنایا، ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۰ء تک کے ۱۲ سالہ دور میں کراچی سے جن ادبی رسائل وجرائد کا اجراء ہوا ان میں مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں۔

''جائزہ''

یہ ماہنامہ ۱۹۵۹ء میں قمر جمیل کی زیر ادارت جاری ہوا۔ جب کہ دیگر ناموں میں احمد ہمیش اور شبیر احمد شیخ بھی شامل تھے۔ یہ جدید ادب اور ادیبوں کا نمائندہ رسالہ کہلاتا تھا۔

> ''جائزہ'' آج سے پہلے کلاسیکی اور رومانی طرز کی تحریریں پیش کرتا رہا ہے۔ لیکن اب جائزے نے نئی آب و ہوا میں آنکھ کھولی ہے۔ اس کے سامنے برہم پتر اور سندھ سے لے کر والگا اور ڈینوب تک کا ادب ہے ہم ادب کی نئی نسل کو اپنا ہی ایک حصہ سمجھتے ہیں۔(۱۷)''

''سات رنگ''

یہ رسالہ مئی ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا اس کے مدیر اطہر صدیقی تھے۔ محمد طاہر فاروقی سات رنگ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ماہنامہ سات رنگ'' کراچی کا ظاہری رنگ وروپ تو کچھ زیادہ شوخ نہ تھا لیکن
مواد کی ترتیب کچھ ایسی تھی کہ اسے معیاری پرچوں میں جگہ دیئے بغیر چارہ نہیں،
تخلیق وتنقید کے اس سنگم کا آغاز مئی ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ سات رنگ کے ادارے نے
فنون لطیفہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصوری کے لیے بھی چند صفحات وقف
کرر کھے تھے۔(۱۸)''

''اُردونامہ''

سہ ماہی رسالہ ''اُردونامہ'' جس کا اجراء ۱۹۶۰ء اگست کے مہینے میں ہوا۔ یہ ترقی اُردو بورڈ کا مجلہ تھا۔ ممتاز حسن اس کے نگراں اور جوش ملیح آبادی اس کے مدیراعلیٰ ومشیرادبی تھے جبکہ ادارۂ تحریر میں جوش ملیح آبادی اور شان الحق حقی تھے۔(۱۹)

وفاراشدی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اُردونامہ'' اپنے خاص موضوع کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا واحد جریدہ ہے۔
میرے نزدیک اس کی حیثیت ایک رسالے سے بڑھ کر ایک مفید صحیفے کی ہے۔ اس
کے دامن میں علم وادب ولسانیات کا ایسا قیمتی وگرانقدر ذخیرہ محفوظ ہوجائے گا کہ
جس سے اُردو پر کام کرنے والے اس سے استفادہ کیے بغیر نہ رہ سکیں
گے۔(۲۰)''

''اُردونامہ'' میں لکھنے والوں میں اہم نام ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، شاہد احمد دہلوی، ڈاکٹر گیان چند، نسیم امروہوی، جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر شوکت سبزواری وغیرہ کے ہیں۔

''آج کل''

رسالہ ''آج کل'' ۱۹۷۰ء میں جاری ہوا اس کے مدیر فضل احمد صدیقی تھے۔ اس رسالے کی نوعیت ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی بھی تھی، رسالے کے مدیر اداریہ میں اس رسالے کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''پاکستان آج نہیں ۲۳ سال پہلے بنا تھا لیکن وہ نظریاتی جنگ جو تحریک پاکستان
کے دوران برصغیر میں بانداز قیامت برپا تھی اور جس کے نتیجے میں ہم ساحل مراد
تک پہنچے تھے۔ حیرت ہے کہ کچھ اس قسم کی جنگ آج پھر برپا ہے۔ فرق صرف اتنا
ہے کہ تقسیم سے پہلے میدان جنگ غیر منقسم ہندوستان تھا اور آج خود پاکستان ہے۔

پہلے ہم ''نظریۂ پاکستان'' دوسروں سے منوانے پر تلے تھے۔ آج ہم اپنوں ہی میں ایک دوسرے کو قائل کرنے پر اپنی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔ یہ معرکہ اسی مبارک سرزمین پر ہو رہا ہے جسے ہم نے سب کچھ تیاگ کر ہمیشہ کے لیے اپنایا تھا اور جسے تمام مسلمانانِ ہند کے دکھوں کا مداوا اور ماویٰ وملجا قرار دیا تھا۔(۲۱)''

''سیپ''

نسیم درانی کی ادارت میں ''سیپ'' کا پہلا شمارہ ۱۹۶۳ء میں منظر عام پر آیا۔ ''سیپ'' کے پہلے شمارے میں عصمت چغتائی، شوکت صدیقی، حمید کاشمیری جیسے ادباء کے ساتھ عبید اللہ علیم، افسر آذر، ام عمارہ اور عطیہ پروین نے بھی اپنی تحریروں سے اِسے زینت بخشی۔ اس کے علاوہ مظہر الاسلام، امر جلیل، اعجاز راہی، رشید امجد، سلطانہ مہر، رضوانہ خالد، خالدہ شفیع، انوار احمد، سمیع آہوجہ کے علاوہ اصناف شاعری میں بلراج کومل، سحر انصاری، محسن بھوپالی، عبید اللہ علیم، انجم اعظمی، نگار صہبائی، جمیل عظیم آبادی، محشر بدایونی، ادیب سہیل جیسے اور بے شمار ادباء اور شاعروں نے ''سیپ'' کے ذریعے اپنے فن میں نکھار پیدا کیا(۲۲)۔

سیپ کے بارے میں نسیم درانی لکھتے ہیں:

''اس پرچہ میں ہر مکتبۂ خیال اور ان کے گروہ کے نمائندوں کی اعلیٰ تخلیقات شامل ہیں ''سیپ'' میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس نے لکھا ہے؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کیا لکھا ہے؟ ہر وہ تخلیق چاہے وہ کسی بھی گروہ اور مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتی ہو۔ اگر وہ ادب کے زمرے میں آتی ہے اور اپنے اندر زندگی رکھتی ہے ''سیپ'' میں جگہ پاتی ہے۔(۲۳)''

''طلوعِ افکار''

حُسین انجم کی ادارت میں ماہنامہ ''طلوع افکار'' ۱۹۷۰ء میں منظر عام پر آیا۔ اس میں ادب کی تمام اصناف پر لکھا گیا ہے جس میں افسانے، سفرنامے، نظمیں، غزلیں، خطوط و مراسلت شامل ہیں۔

''جامِ جم''

ماہنامہ جامِ جم ۱۹۷۱ء میں جاری ہوا۔ اس کے مدیر ڈاکٹر سیّد یاور عباس تھے۔ اس میں لکھنے والوں میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، کرار نوری اور خود ڈاکٹر یاور عباس کے علاوہ کئی دوسرے اہلِ قلم شامل ہیں۔

ڈاکٹر یاور عباس اداریے میں لکھتے ہیں:

''جام جم کے اجراء کا مقصد خدمت ادب کے دائرے تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ علوم

وفنون حاضرہ تک اُردو کی دسترس کا حقیقت پسندانہ اعلان اس کا مقصد اولیٰ ہے۔(۲۴)''

''عکس لطیف''

ماہنامہ مجلہ ''عکس لطیف'' کا اجراء ۱۹۷۰ء میں ہوا اس کے مدیر شور صہبائی تھے۔ شور صہبائی ''مفیدالشعرا نمبر'' (جون ۱۹۷۰ء) کے اداریے میں لکھتے ہیں:

> ''مفیدالشعراء ان دنوں کی یادگار ہے جب صاحبان علم وادب زبان کی خدمت کو ایک فرض منصبی سمجھتے تھے اور اُردو کے گیسوئے پریشاں کو سنوارنے میں زندگیاں گزار دیتے تھے۔(۲۵)''

مندرجہ بالا رسائل کے علاوہ اس دور میں منظر عام پر آنے والے چند اور اہم رسائل وجرائد یہ ہیں سہ ماہی ''دانش ور'' اس کے مدیران میں رئیس امروہوی اور تنزیل الرحمٰن تھے۔ یہ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ امراؤ طارق کا ماہنامہ ''نگار پاکستان'' ۱۹۶۱ء میں منظر عام پر آیا۔ ماہنامہ ''انجم'' جس کے مدیر محمد عبدالقیوم خان تھے ۱۹۶۴ء میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''تحریریں'' حفیظ صدیقی کی ادارت میں ۱۹۷۰ء میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''بہارنو'' کے مدیر اثر بدایونی تھے جو ۱۹۷۰ء میں جاری ہوا قاضی عبدالرشید کا پندرہ روزہ ''صدائے بلوچ'' ۱۹۷۱ء میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''آسمان'' اقبال عالم اس کے مدیر تھے۔ ۱۹۷۱ء میں جاری ہوا۔ ماہنامہ ''الفاظ'' ۱۹۷۱ء میں جمیل اختر نے نکالا تھا(۲۶)۔

۱۹۷۱ء پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ ایک سیاہ باب کے طور پر یاد رکھا جائے گا یہ وہ تاریخ ہے جب پاکستان کی تشکیل نو ہوئی اور متحدہ پاکستان دو الگ الگ حصوں میں بٹ گیا جس پاکستان کی بنیاد ہی دوقومی نظریے اور اسلامی تشخص پر رکھی گئی صرف ۲۴ سال کے بعد وہ نظریہ اور تشخص مجروح ہو گیا۔

شہزاد منظر اس سانحہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مشرقی پاکستان میں جمہوری قوتوں کی پامالی اور فوجی آمریت کی جانب سے بنگالی مسلمانوں کی علاقائی خودمختاری کی جدوجہد کو بہیمانہ طور پر کچلنے کے نتیجے میں نسلی منافرت اور علاقائی اور لسانی عصبیت نے نہایت گھناؤنی صورت اختیار کرلی اور بنگالی قوم، قوم پرستی کے جنون میں پاگل ہوگئی اور مغربی پاکستان کی پنجابی فوج اور پنجابی بیوروکریسی کے ساتھ مشرقی پاکستان کے ان اُردو بولنے والوں کو بھی اپنا دشمن سمجھ لیا جو بنگالیوں کی علاقائی خودمختاری کی جدوجہد میں ان کے برعکس مغربی

پاکستان کا ساتھ دے رہے تھے۔(۲۷)''

تاریخ کے اس بدترین سانحے کے نتیجے میں بے شمار لوگ متاثر ہوئے۔جن میں ادباء اور شعراء بھی تھے کچھ ادیبوں اور شعراء کرام نے حالات کے ستم کو جبراً برداشت کیا جب کہ متعدد کو دوسری ہجرت کرنی پڑی اور وہ پاکستان آ گئے جن ادیبوں نے ہجرت کی اور جن ادیبوں نے ہجرت نہیں کی دونوں ہی اس سانحہ سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کی تحریروں میں اس سانحہ کے مختلف موضوعات نمایاں نظر آئے جو لوگ ہجرت کر کے پاکستان آئے ان میں سے اکثریت نے اپنا مسکن کراچی کو بنایا کیونکہ کراچی کی ادبی فضاء اُن کے لیے زیادہ سازگار تھی لہٰذا ۱۹۷۱ء کے بعد جب رسائل و جرائد شائع ہونے شروع ہوئے اُن رسائل و جرائد میں لکھنے والوں نے اپنی تحریروں میں اس سانحہ کا ذکر کسی نہ کسی صنف میں مختلف موضوعات کی صورت میں کیا اُس نئے تشکیل شدہ پاکستان میں جن رسائل و جرائد نے آنکھ کھولی اُن میں چند قابل ذکر رسائل و جرائد کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

''پاکستانی ادب''

۱۹۷۴ء میں شائع ہونے والے اس رسالے کے مدیر سبط حسن تھے۔اس رسالے میں اُردو ادب کی ہر صنف پر مواد شائع ہوتا تھا۔اس میں لکھنے والوں میں مجنوں گورکھپوری، ممتاز حُسین، ہاجرہ مسرور، فارغ بخاری، فیض احمد فیض، مجتبیٰ حُسین، ن۔م۔راشد، شیخ ایاز اور سرور بارہ بنکوی جیسے لوگ شامل ہیں اس کے اداریے میں مدیر سبط حسن لکھتے ہیں۔

> ''پاکستانی ادب کی زبان ہر چند کہ اُردو ہے لیکن اس کاغذی پیرہن پر اُردو کے علاوہ سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو اور دوسری زبانوں کی تخلیقات کے نقوش بھی جگمگائیں گے کیونکہ زبانیں خواہ پاکستانی ہوں یا بدیسی، عام انسانوں ہی کے وجود کا اقرار اور ان کے شعورِ زیست کا آئینہ ہوتی ہیں۔(۲۸)''

''غالب''

ادارۂ یادگار غالب کی جانب سے ۱۹۷۵ء میں نکلنے والے اس جریدہ کے مدیر مرزا ظفر الحسن تھے۔مرزا ظفر الحسن اس کے پہلے شمارے کے اداریے میں لکھتے ہیں۔

> ''یہ جریدہ ادارۂ یادگار غالب اور غالب لائبریری کا ترجمان ہے۔ہمارا مطمحِ نظر کوئی کاروبار یا مالی منفعت قطعاً نہیں زبان وادب کی خدمت ہمارا مسلک ہے۔(۲۹)''

اس شمارے میں لکھنے والوں میں اہم نام ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، ابن انشاء، مشفق خواجہ، رضیہ فصیح احمد، سجاد ظہیر، محشر بدایونی، سحر انصاری، شاعر لکھنوی، ظفر اقبال اور حسن سوز وغیرہ کے تھے۔

''تخلیقی ادب''

''تخلیقی ادب'' مشفق خواجہ نے ۱۹۸۱ء میں جاری کیا۔ اس شمارے میں افسانے، شاعری، خاکے، سفرنامے، عالمی ادب شوخی تحریر غرض کئی اصنافِ ادب پر طبع آزمائی کی گئی تھی۔ اس کے تحت ڈاکٹر وزیر آغا اور جمیل الدین عالی پر خصوصی گوشے شائع کیے گئے۔ رسالے کے مدیر لکھتے ہیں: ''ادب کے لیے نقطۂ نظر کا اختلاف ضروری بھی ہے اور اہم بھی لیکن یہ ضروری نہیں کہ مختلف نظریات رکھنے والے ادیبوں کے درمیان رابطے کی کوئی صورت ہی نہ ہو۔ تخلیقی ادب مختلف الخیال ادیبوں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ اس کوشش کو پسند کیا گیا ہے۔(۳۰)''

''روشن خیال''

''روشن خیال'' زاہدہ حنا نے پہلی بار ۱۹۸۸ء میں جاری کیا۔ یہ رسالہ ادب، فنون لطیفہ اور سیاسی حوالے سے نہایت منفرد تھا۔

''علامت''

علامت کا اجراء ۱۹۸۹ء میں زاہدہ حنا نے کیا۔ اس کے اداریے میں زاہدہ حنا لکھتی ہیں:

> ''علامت کے اجراء کا بنیادی مقصد برصغیر کے سماج میں عقل دوستی اور روشن خیالی کا فروغ ہے ہم اپنی بے بضاعتی اور وسائل کی کمیابی کے مسائل سے آشنا ہیں اس کے باجود یہ سمجھتے ہیں کہ اس ضمن میں جو کچھ بھی ہم سے بن پڑے اسے کرنا چاہیے۔ ہمارا ایمان ہے کہ تعقل اور تفکر میں ہی ہماری آئندہ نسلوں کی نجات ہے۔(۳۱)''

''صریر''

ماہنامہ ''صریر'' ۱۹۸۹ء میں فہیم اعظمی کی ادارت میں شائع ہوا اس کا شمار اعلیٰ درجہ کے ادبی جرائد میں ہوتا ہے صریر کے پہلے شمارے کے اداریے میں فہیم اعظمی لکھتے ہیں:

> ''صریر جدید اور جدید تر ادب کا ترجمان ہے۔ جدید اور جدید تر ادب کی اصطلاحیں ان معنوں میں کلیشے بن چکی ہیں کہ یہ اُردو ادب میں تقریباً تیس سال پرانی ہیں اور جدیدیت کی تحریک کے آغاز میں جو قلمی اور زبانی عمل اور ردعمل موافقین اور مخالفین کی جانب سے ظہور پذیر ہوا تھا اس کی فعالیت ختم ہو چکی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جدید اور جدید تر ادب کا کوئی وجود نہیں۔ جدید اور جدید تر ادب ایک غیر فانی

ڈائنا مک (Dynamic) تحریک ہے جو بغیر کسی رسمی تنظیم کے قائم ودائم رہے گی۔
جدیدیت سنگ میل سے آگے اور تقویم کی حدود سے باہر دیکھنے کا نام ہے۔ جہاں
منطق ختم ہوجاتی ہے اور بدیہہ اور القا کا تسلط ہوتا ہے۔(۲۶)''

''آج''

''آج'' اجمل کمال نے کراچی سے ۱۹۸۹ء میں شائع کرنا شروع کیا۔ ''آج'' میں چھپنے والے ادیبوں میں ایشاردکا پوشنکی، لنڈے مہم، مارک ڈائل، تادیوش بورووسکی، مارین شورسکو، جان پر وکوپ، ارون دھتی رائے، امیتاوَ گھوش، شمس الرحمن فاروقی، جون ایلیا، سیّد محمد اشرف اور فہمیدہ ریاض کے علاوہ بے شمار معروف ادیب ہیں۔ ''آج'' نے کئی خاص نمبر شایع کیے جس میں خصوصاً کراچی کی کہانی جو دو جلدوں پر مشتمل ہے تاریخی، سماجی، سیاسی، ثقافتی لحاظ سے بہت مفید ہے۔ میرے خیال میں یہ کراچی کے حوالے سے ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ اس کے تعارف میں اجمل کمال لکھتے ہیں:

> ''کراچی کی کہانی'' کراچی شہر کی حقیقت کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے کیونکہ شہر کی حقیقت کو جانے بغیر اس کو درپیش مسائل کا احاطہ کرنا اور ان کا کوئی ممکن حل دریافت کرنا ممکن نہیں۔ یہ کہانی بہت سے راویوں کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ کسی شہر کی کہانی کوئی ایک شخص کیونکر بیان کرسکتا ہے؟ ان میں سے ہر راوی اس شہر کے بارے میں اپنا ذاتی تصور اور تجربہ رکھتا ہے جو تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ شہر کی تصویر انھی انفرادی تصورات اور تجربات سے مل کر بنتی ہے۔(۳۳)''

''آگہی''

ماہنامہ ''آگہی'' ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا اور اس کے مدیر پروفیسر سیّد محمد محفوظ علی اور سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر منظور الدین احمد تھے۔ اس رسالے میں شعریات، نثر، تحقیق، تعلیم، مذہبیات پر لکھا جاتا تھا۔

''ارتقاء''

سہ ماہی ''ارتقاء'' ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آیا اور اس کے مدیر حسن عابد تھے۔ پروفیسر سیّد محمد نصیر ''ارتقاء'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ارتقاء'' کی کہانی ۸۹ء سے شروع ہوتی ہے اور برابر آگے بڑھ رہی ہے۔ اُردو زبان میں اس سے پہلے یا تو ادبی پرچے نکلتے تھے یا علم و دانش کی طرح کے کچھ رسالے۔ یہ پرچہ اپنی نوعیت کا پہلا پرچہ ہے جہاں آپ کو وہ آئینہ بھی ملے گا

جس میں آپ کو اپنے محبوب کی تصویریں بھی دِکھائی دیں گی اور دُنیا کی جلوہ سامانیاں بھی۔ یہاں آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ آئینہ سازی کیسے عمل میں آتی ہے۔آپ نہ صرف یہ جان جائیں گے کہ آئینہ سازی کے ارتقائی عمل کا قانون کیا ہے بلکہ آپ کے اندر اس آئینے کو بہتر بنانے کی تڑپ بھی پیدا ہوگی۔(۴۳)''

''تشکیل''

''سہ ماہی ''تشکیل'' احمد ہمیش کی ادارت میں ۱۹۹۰ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔اس کے مشمولات میں حمد و نعت، افسانے، غزلیں، سوانح، نظمیں، طنز و مزاح، تبصرے، تجزیے اور وہ سب موجود ہے جو ایک ادبی قاری کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے شمارہ نمبر ۴۶ تا ۴۹ میں لکھنے والوں میں سمیع آہوجا، آثم مرزا، یوسف عارفی، قاضی طاہر، میاں خورشید احمد، اجیت کور، ڈی ایچ لارنس، مسعود احمد، حنیف اسعدی، احمد ہمیش، نسیم سحر، رفیق سندیلوی، سارا شگفتہ، وارث علوی، سیف اللہ خالد، سلیم شہزاد، احمد سہیل، انجلا ہمیش، قاضی سلیم، نثار احمد نثار، مجاز جے پوری، عشرت ظفر، ارمان نجمی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔اس کے علاوہ رام لعل، ڈاکٹر ستیہ پال آنند، عبید اللہ علیم، رئیس فروغ، ساقی فاروقی بھی اس میں لکھتے رہے ہیں۔ احمد ہمیش لکھتے ہیں:

''شعر و ادب کی زندگی اور اس کے خلاقانہ نظام میں نفس حقیقی کی موجودگی لازم ہے اور اس کی موجودگی کا یقین کسی اور کو نہیں۔اس سے وابستہ شاعر و ادیب کو ہی ہوتا ہے۔(۳۵)''

''تمثال''

سہ ماہی ''تمثال'' راغب شکیب کی ادارت میں ۱۹۹۲ء میں جاری ہوا۔''تمثال'' کا شمار صف اوّل کے ادبی رسائل میں ہوتا ہے۔اس کے مشمولات میں انٹرویو، نظمیں، مقالات، غزلیات، تبصرے، تراجم کے علاوہ وہ تمام اصنافِ ادب موجود تھیں جو ایک ادبی رسالے کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔اس میں لکھنے والوں میں اہم نام عزیز حامد مدنی، محمد علوی، ماہ طلعت زاہدی، ڈاکٹر ستیہ پال آنند، ڈاکٹر وزیر آغا، احمد ہمدانی وغیرہ کے ہیں۔

''ارمغان''

سہ ماہی ''ارمغان'' سیّد محمد رومی کی ادارت میں ۱۹۹۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔''ارمغان'' کے پہلے شمارے میں اس کے مدیر رقم طراز ہیں:

''ہماری ترجیحات میں تخلیقی اصنافِ ادب کے علاوہ یادنگاری، شخصیت نگاری، قابلِ

ذکر اہلِ قلم کی ادبی کارگذاری پر مبنی جائزے، خصوصی گوشے اور اہلِ قلم سے مکالمے وغیرہ پیش کرنا ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہر بار کسی نہ کسی غیر ملکی زبان کے معروف وممتاز ادیب و شاعر کے بارے میں بھی مطالعاتی مواد پیش کیا جاتا رہے۔(۳۶)''

''اقدار''

شبنم رومانی کی زیرادارت ماہنامہ ''اقدار'' ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ اقدار کا دوسرے جرائد ورسائل سے منفرد ہونا اس کے انداز اور مشتملات کا کارنامہ ہے۔ ''اقدار'' کے پہلے شمارے کے مشتملات میں حمد ونعت، قطعہ، لسانیات، نثری نظم، ہائیکو، افسانہ، غزل، گیت، رُباعی، نظمانہ، ادبی محافل کی خبریں، طنز ومزاح، کتابوں پر تبصرہ، تمثیل، مرحوم شعراء یا ادباء کے تذکرے اور خطوط وغیرہ شامل ہیں۔ شبنم رومانی ''اقدار'' کے اجراء کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اقدار کے اجراء کا مقصد بھی یہی ہے کہ معاشرے کو بار بار اس کی بنیادی اقدار یاد دلائی جائیں اور انسان اور حیوان، انسانیت اور حیوانیت کے فرق کو ہر پیرائے میں اور ہر اسلوب میں واضح کیا جائے۔(۳۷)''

اس میں نئے لکھنے والوں کو بھی بھر پور موقع فراہم کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ محسن بھوپالی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر جمیل جالبی، امراؤ طارق اور قتیل شفائی بھی اس میں تسلسل کے ساتھ لکھتے رہے۔

''رثائی ادب''

سہ ماہی ''رثائی ادب'' کا اجراء ڈاکٹر ہلال نقوی نے ۱۹۹۶ء میں کیا۔ ''رثائی ادب'' کے پہلے شمارے میں ڈاکٹر ہلال نقوی لکھتے ہیں:

> ''ہمارے مسلک میں بعض انتہائی منتخب، علمی، تہذیبی اور ادبی رسائل نکلتے رہے ہیں۔ ان کی خدمات کے دائرے اتنے وسیع ہیں کہ اُردو زبان ان کے احسانات کو فراموش نہیں کرسکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ادبی رسائل وقتاً فوقتاً رثائی ادب سے متعلق مضامین اور تخلیقات شائع کرتے رہے ہیں۔ کچھ مخصوص نمبر بھی اس حوالے سے نکالے گئے ہیں لیکن رثائی ادبیات کا خزانہ اتنا وسیع ہے اور برّصغیر میں عہدِ موجودہ میں اس کے تخلیقی اور تحقیقی عمل کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اس پر علیحدہ کام کی ضرورت شدّت سے محسوس ہوتی ہے۔(۳۸)''

طباعت اور موضوعات کے حوالے سے رثائی ادب کو اعلیٰ معیار کا جریدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

''بادبان''

ناصر بغدادی کی ادارت میں نکلنے والا سہ ماہی جریدہ ''بادبان'' ۱۹۹۵ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء کے شائع ہونے والے خاص نمبر میں جو مشتملات شامل ہیں اُن میں اداریہ، افسانے، غزلیں، شخصی خاکہ، نظمیں، دوہے، رُباعیات، مضامین، تراجم، غزلیں شامل ہیں اور اس میں افسانہ لکھنے والوں میں ڈاکٹر سلیم اختر، حسن منظر، اقبال مجید، قیوم راہی، فیاض رفعت، یوسف عارفی، طاہر نقوی، حسن جمال، عبدالعزیز خان، آنندلہر، دیپک کنول، مجید احمد آزاد، ناصر بغدادی شامل ہیں۔ لطیف الزماں خان نے قرۃ العین کا شخصی خاکہ تحریر کیا ہے اور مظفر حنفی، ڈاکٹر حامدی کاشمیری، زاہدہ زیدی، مصحف اقبال توصیفی، ظفر گورکھپوری، رئیس الدین رئیس، غالب عرفان، تشنہ بریلوی، نذیر فتح پوری، عین تابش، عالم پرویز اور کاوش عباسی کی غزلیں موجود ہیں۔ نظمیں، دوہے اور رُباعیات میں ضیاء جالندھری، ندا فاضلی، ستیہ پال آنند، نصیر احمد ناصر، مصحف اقبال، شاہد عزیز، نامی انصاری، بھگوان داس اعجاز، عبدالاحد ساز، مظہر مہدی، اقتدار جاوید اور بہت سے دوسرے شعراء کے نام شامل ہیں جبکہ ڈاکٹر جمیل جالبی، عشرت رومانی، ناصر بغدادی، جاوید رحمانی وغیرہ کے مضامین بھی شائع ہوئے ہیں۔ منشی پریم چند، حیدر جعفری سیّد، اسلم مرزا اور تشنہ بریلوی کے تراجم بھی اس میں شامل ہیں۔ یہ چند نام ہیں اس کے علاوہ بے شمار مشہور و معروف ادیبوں کی تحریریں بھی موجود ہیں جبکہ اس کا اگلا شمارہ اقبال متین نمبر کے نام سے شائع ہوگا۔

''آئندہ''

محمود واجد کی ادارت میں نکلنے والا سہ ماہی ''آئندہ'' ۱۹۹۵ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کے شمارہ نمبر ۶۰۔۶۱ میں مدیر اداریے میں لکھتے ہیں:

> ''علم و ادب کے فروغ کے لیے ایک مثال ہمیں خود بننا ہوتا ہے تب ہی ہم مدعی ہوسکتے ہیں۔ خالص ادب کی تخلیق و توضیح کا عمل ہمیں خود کار ہاتھوں میں رکھنا ہوتا ہے کہ کہیں بھی پسند ناپسند کا شائبہ بھی نہ گزرے۔ کیا آپ ایسا ہونا پسند کریں گے؟ وقت لے لیجیے سوچنے کے لیے۔ برسوں سے یہی روش ہے اور آئندہ بھی قائم و دائم رکھنے کا ارادہ شاملِ سفر ہے۔ خدا کے لیے اسے خود پسندی کے زمرے میں شامل نہ کیجیے گا کہ نیک کام جب بھی ہوا اور جیسا بھی ہوا اپنی تاثیر رکھتا ہے۔(۳۹)''

اس کے ابتدائی شماروں میں لکھنے والوں میں شہزاد منظر، فہیم اعظمی، قمر جمیل، انور شعور جیسے لوگ شامل تھے۔ ستاہ

نمبر ۶۰۔۶۱ میں لکھنے والوں میں آصف فرخی، مصطفی کریم، محمود واجد، سائرہ غلام نبی، نجم الحسن رضوی، طاہر نقوی، رؤف نیازی، ناصر عباس نیرّ، کاوش عباسی، غلام حسین ساجد، ندا فاضلی، شہزاد نیر، فرحت عباس شاہ، اس کے علاوہ بے شمار ادیبوں نے ہر صنف پر لکھا ہے۔

''مکالمہ''

مبین مرزا کی ادارت میں ''مکالمہ'' کا پہلا شمارہ ۱۹۹۶ء میں جاری ہوا۔ مکالمہ مکمل طور پر ایک ادبی جریدہ ہے جس کے مشتملات میں ادب کی تقریباً تمام اصناف ہی شامل ہیں۔ اس کے شمارہ نمبر ۱۹ میں تنقید، سفر وحضر، نوبیل ادبیات، غزلیں، خاکے/ یادیں، خصوصی مطالعہ اور تبصرے شامل ہیں۔ اس میں لکھنے والوں میں اہم نام شمیم حنفی، پروفیسر فتح ملک، پروفیسر سحر انصاری، ظفر اقبال، انتظار حسین، باقر نقوی، افتخار عارف، انور شعور، فاطمہ حسن، اجمل سراج، شفیع عقیل، سیّد مظہر جمیل، مبین مرزا، رشید امجد، محمد حمید شاہد، سلیم یزدانی، عنبریں حسیب عنبر کے ہیں۔

''سخن ور''

ماہنامہ ''سخنور'' کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے مدیر نقوش نقوی تھے۔ اس کے پہلے شمارے میں مدیر اداریے میں لکھتے ہیں:

> ''اگر انسان زبان دہن کو یا زبانِ قلم کو بے سلیقگی سے حرکت دے تو وہ متکلم یا محرر تو ہوسکتا ہے مگر سخنور نہیں۔ سخن وری نام ہے لفظوں کی نشستوں کو پہچاننے کا، ہر ایک کا اندازِ بیاں اس کے معیارِ سخن وری کا تعین کرتا ہے۔(۴۰)''

''سخنور'' کا شمارہ اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۴ء، مصطفی زیدی نمبر کے حوالے سے شائع ہوا۔ اس کے مشتملات میں حمد، مضامین، منظوم، نظمیں، گفتگو، باتیں کچھ کتابوں کی شامل ہیں جبکہ مصطفی زیدی نمبر ہونے کی وجہ سے اس میں زیادہ مواد مصطفی زیدی کے حوالے سے ہے۔ اس کے لکھنے والوں میں فرمان فتح پوری، پروفیسر سحر انصاری، فراق گورکھپوری، پروفیسر منظر ایوبی، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، محسن بھوپالی، اختر ہاشمی، شفیق احمد شفیق، جمال نقوی، سیما سراج، احمد علی سیّد، جاوید منظر، مسعود اشعر، پروفیسر افتخار اجمل شاہین، احمد ندیم قاسمی وغیرہ شامل ہیں۔

''روشنائی''

سہ ماہی ''روشنائی'' کا اجراء ۱۹۹۹ء میں ہوا۔ اس کے مدیر احمد زین الدین ہیں۔ جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء کے شمارے میں مدیر عالی جی کے حوالے سے اپنے اداریہ میں لکھتے ہیں:

> ''واقعہ یہ ہے کہ عالی جی اُردو زبان و ادب کے مجنوں تھے۔ انھوں نے تا حیات

اُردو کے فروغ کے لیے بڑا کام کیا اور ہر سطح اور میدان میں کامران ٹھہرے۔ اُردو یونیورسٹی کے قیام، اُردو زبان کو سرکاری سطح پر دفتری زبان بنانے اور رائج کیے جانے تک ان کی جدوجہد جاری تھی۔ انجمن ترقی اُردو کے لیے نئی عمارت کی تعمیر اور کتابوں کی اشاعت اور انھیں مقبول عام بنانے میں بڑا کردار اَدا کیا۔(۴۱)''

اپنے قیام سے آج تک یہ رسالہ اُردو ادب کی ترقی و ترویج کے لیے مسلسل کوششیں کر رہا ہے۔ جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء کے مشتملات میں حمد و نعت کے علاوہ تبصرے، نظمیں، گیت، انشائیہ، افسانہ، غزلیں، ترجمہ، کتب بینی اور جہانِ ادب سب کچھ موجود ہے۔ اس شمارے میں لکھنے والوں میں اہم نام پروفیسر علی احمد فاطمی، عشرت ظفر، ستیہ پال آنند، امتیاز عبدالقادر، ڈاکٹر افتخار بیگ، اقبال حیدری، اے خیام، کرشن چندر، ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی، حسن منظر، ثروت زہرہ، محی الدین نواب، سرور حسین اور دیگر شامل ہیں۔

''اجراء''

سہ ماہی ''اجراء'' ۲۰۱۰ء میں احسن سلیم کی ادارت میں جاری ہوا۔ ''اجراء'' کے شمارے ۲۱۔۲۲ جنوری تا جون ۲۰۱۵ء میں مدیر اداریے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکیسویں صدی میں ادبی و فکری اقدار کی صورت گری کرنے والا فنکار، انسان اور سماج کی ایک تازہ اجتماعی دانش کی تشکیل میں مصروف ہے جو عالمی سطح پر پوسٹ ماڈرن ازم اور گلوبل ولیج کے امیج (Image) سے جڑی انفارمیشن ٹیکنالوجی اور اس سے متعلق جدید طرزِ احساس و فکر کا منظر نامہ مرتب کر رہی ہے۔ ہماری ادبی روایت ایک تازہ اور نیا ورق اُلٹنے کے لیے مستعد دِکھائی دے رہی ہے۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے نئے گوشے آشکار ہو رہے ہیں۔ تازہ تر احساس سے مملو ادب اور آرٹ سماج میں انسانی فکر کے ارتقائی سفر میں شعور کے کس پڑاؤ کی سمت نمائی کرتے ہیں۔ یہ جاننے کے لیے ہماری بصارت اور بصیرت، انتظار کے چراغ ہاتھوں میں اُٹھائے کھڑی ہے۔(۴۲)''

شمارہ ۲۱۔۲۲ کے مشتملات میں حمد و نعت، سلام، مباحث، فکر اسلامی، ناول، نظمیں، افسانے، غزلیں، علاقائی و بین الاقوامی ادب کے تراجم، خاکے، مضامین، خطوط، تنقیدی تحقیقی مضامین، کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ اس شمارے میں پاکستان سے باہر سے لکھنے والوں میں فیروز بخت احمد (نئی دہلی)، ستیہ پال آنند (امریکا)، ارمان نجمی (پٹنہ انڈیا)،

صدف فریدی (ریاض سعودیہ)، ثروت زہرا (شارجہ)، شاہد حنائی (کویت)، کاوش عباسی (ریاض سعودیہ)، رؤف منیر (گولکنڈہ انڈیا)، یٰسین احمد (اورنگ آباد انڈیا)، ڈاکٹر اختر آزاد (جمشید پور انڈیا)، ڈاکٹر اسلم جمشید پوری (میرٹھ انڈیا)، شاہین کاظمی (سوئٹزرلینڈ)، نجم الثاقب (ساؤتھ افریقہ)، پروفیسر علیم اللہ حالی (پٹنہ انڈیا) شامل ہیں۔

''اجمال''

فہیم الاسلام انصاری کی ادارت میں ماہنامہ ''اجمال'' مارچ ۲۰۱۱ء کو منظرِ عام پر آیا۔ ''اجمال'' اُردو ادب کی تقریباً تمام ہی اصناف پر تحریریں شائع کر رہا ہے۔ شمارہ نمبر ۳ سے اس میں 'مصوری: چہروں سے آگے' ایک نئے عنوان کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی تفصیل مدیر کتاب نمبر ۳ کے اداریے میں لکھتے ہوئے بتاتے ہیں:

> ''گزشتہ دنوں ہمارے ایک دوست انسانی حقوق کی تنظیم کے ایک وفد کے ساتھ بھارت کے دورے پر گئے۔ الہ آباد میں ان کی ملاقات ایک بھارتی مصوّر راجے جیتلی سے ہوئی اور وہ اس کی بنائی گئی کچھ تصویریں لے آئے جیسا کہ آپ کے علم میں ہے مصوری بھی انسانی تخیل کے جمالیاتی اظہار کا نام ہے سو ہم ان تصاویر کو اجمال میں شائع کرنا چاہتے تھے اور ہیں لیکن اجمال پہلے بھی صفحات کی تنگدستی کا شکار ہے سو ایسا کرنا ممکن نہیں لگ رہا تھا بالآخر ہم نے فیصلہ کیا ''اجمال'' کے صفحات میں اضافہ کر کے انھیں شائع کیا جائے۔ سو اضافی صفحات پر یہ تصاویر پیش ہیں۔(۴۳)''

اس میں حمد و نعت، غزلیات، مضامین، نظمیں، افسانے، تجزیے، تراجم، کتب تبصرہ وغیرہ موجود ہیں۔

''دُنیازاد''

آصف فرخی کی ادارت میں نکلنے والا ''دُنیازاد'' بھی کتابی شکل میں شائع ہوتا ہے۔ ''دُنیازاد'' کی کتاب نمبر ۷، ستمبر ۲۰۰۲ء میں کچھ ادباء کی آراء تحریر ہیں۔

ادا جعفری لکھتی ہیں:

> ''دُنیازاد' عام رسالوں کی روش سے ہٹ کر بہت فکر انگیز اور قابلِ داد رسالہ ہے۔ اس کی ترتیب میں آپ کا حُسنِ انتخاب پُرکشش ہے۔ مجھے یقین ہے ادبی حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شادمان اور کامیاب رکھے۔''

جوگندر پال (نئی دہلی):

''دُنیازادکی تیسری کتاب میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھی ہے۔نہایت متنوع،مفید اور زندہ ہے۔ آپ کی مہم جو، جوش آفریں شخصیت کے عین مطابق۔ مبارکباد!''(۴۶)''

ان کے علاوہ کچھ اور رسائل جن میں ماہنامہ''پیامِ سحر''جس کے مدیر مرزا اشفاق بیگ چغتائی تھے۔ ۱۹۷۳ء میں جاری ہوا۔ ہفت روزہ ''معیار'' مدیر محمود شام، ۱۹۷۵ء، ماہنامہ ''فانوس'' مدیر حسن ظہیر، ۱۹۷۸ء، ماہنامہ ''قندیل'' مدیر مسز ہمانی، ۱۹۸۰ء ، ماہنامہ ''رُوپ'' مدیر سلطانہ مہر ۱۹۸۰ء، ماہنامہ ''پاک پنچ'' مدیر شہناز جمال،۱۹۸۲ء، ابوخالد صدیقی کا سہ ماہی ''احباب'' ۱۹۸۳ء، ماہنامہ ''صبحِ نو'' مدیر کشور اقبال، ۱۹۸۳ء، ماہنامہ ''حنا کے کارٹون'' مدیر ضیاء الحق قاسمی، ۱۹۸۹ء، ماہنامہ ''دریافت'' مدیر قمر جمیل، ۱۹۸۹ء، ''ارژنگ'' سہ ماہی رسالہ قیصر ادیب کی ادارت ۱۹۹۰ء، ماہنامہ ''رعنائیاں'' مدیر سیّد معراج جامی، ۱۹۹۰ء، ماہنامہ ''متعارف'' ۱۹۹۴ء مدیر حسن ناصری، ماہنامہ ''لیل و نہار'' سیّد سلطان انور ۱۹۹۴ء، ''بجنگ آمد'' سہ ماہی رسالہ مسز ایس اعظم کی ادارت میں ۱۹۹۵ء، عارف شفیق کا ماہنامہ ''ادبی دُنیا'' ۱۹۹۷ء، ''فردا'' ماہنامہ جریدہ، ظہیر اختر بیدری کی ادارت میں ۱۹۹۸ء، سہ ماہی ''کہکشاں'' مدیر ظفر محی الدین ۲۰۰۱ء، سہ ماہی ''ظرافت انٹرنیشنل'' مدیر ضیاء الحق قاسمی ۲۰۰۲ء، ششماہی ''بیلاگ'' عامر جبران، عامر انصاری کی ادارت ۲۰۰۹ء، ''ارتکاز'' سہ ماہی، مدیر راغب شکیب، سہ ماہی ''ارتباط'' ڈاکٹر خلیل طوق کی ادارت ۲۰۰۹ء، ماہنامہ ''الدمیر'' مدیر سیّد حسین قریشی، ۲۰۱۰ء اور سہ ماہی ''افسانہ'' قیصر سلیم کی ادارت میں ۲۰۰۷ء میں جاری ہوئے (۴۷)۔

اُردو زبان کے فروغ میں ادبی رسائل کا کردار نہایت اہم رہا ہے۔ کسی بھی خطّے کے ادبی رسائل اپنے عہد کے فکری وتخلیقی ماحول کی عکّاسی کرتے ہیں۔ ان ادبی رسائل کے ذریعے اہلِ قلم وتخلیق کار اپنے عہد کی ترجمانی موثر اور نہایت جاندار انداز میں کرتے نظر آتے ہیں۔

بقول پروفیسر حسن اکبر کمال:

''کسی قوم کی تہذیب وثقافت، اس کی ترقی کا زینہ اور اعلیٰ انسانی اقدار کا خزینہ ہوتی ہے۔ ادب تہذیب وتزئینِ حیات کرتا ہے۔ انسانی کردار پر مثبت اثرات مرتّب کرتا ہے اور شخصیت کی تشکیل، ترتیب وتوازن کے عمل میں مددگار اور رہنما ثابت ہوتا ہے۔ ادب لکھے ہوئے لفظ کی صورت میں کتاب اور ادبی رسائل کے ذریعے معاشرے میں بسنے والے خواندہ افراد تک پہنچتا ہے۔(۴۸)''

کراچی سے نکلنے والے ادبی رسائل کا ادبی کردار نا قابلِ فراموش رہا ہے اور رسائل کی تاریخ میں یہ منفرد مقام رکھتے

ہیں۔جنھوں نے زبان وادب کی بھرپور خدمت کی، بدلتے ہوئے موضوعات اور رُجحانات کے ساتھ ساتھ فکر اور شعور کی آ گہی کو قارئین تک پہنچانے میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کے اس جدید مشینی دور میں الیکٹرانک میڈیا، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی ٹیکنالوجی کی موجودگی میں ادبی رسائل کی تخلیق پر کیا اثرات مرتّب ہورہے ہیں۔ میرے خیال میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے ہم اس میں مزید بہتری لا سکتے ہیں اور کراچی کے ادبی رسائل کو اس جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے دُنیا کے کونے کونے میں پھیلا سکتے ہیں۔آج کراچی میں صرف ہندوستان سے ہجرت کرکے آنے والے آباد نہیں، بلکہ دُنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے لوگ آباد ہیں اور پاکستان کے ہر خطّے اور ہر علاقے کے لوگ کراچی میں مستقل قیام پذیر ہیں۔اس لحاظ سے کراچی کثیر قومی تہذیبی وثقافتی مرکز کے طور پر سامنے آیا ہے اور پھر خاص طور پر اس شہر کے سیاسی حالات نے یہاں کا منظر نامہ یکسر تبدیل کرکے رکھ دیا ہے۔کراچی کے ادبی رسائل میں ان بدلتے ہوئے رُجحانات اور تغیّرات کی جھلک ضرور نظر آتی ہے۔

حواشی:

(۱) خورشید اقبال حیدر، کراچی کی تعمیرِ نو (کراچی: کین کلچرل اینڈ لٹریری کونسل، ۲۰۰۸ء)، ص ۵۔

(۲) ہلال نقوی، اداریہ، سہ ماہی میراث کراچی (جنوری تا مارچ ۱۹۹۱ء)، ص ۴۔

(۳) محمد عثمان دموہی، کراچی تاریخ کے آئینے میں (کراچی: انڈس پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۳۹۔

(۴) اظہر قادری، ادب کا مقام سماج میں، مشمولہ ماہنامہ سیپ کراچی (مئی۔جون ۱۹۹۹ء)، ص ۱۴۶۔

(۵) عظمیٰ فرخ، کراچی کے ادبی رسائل (ایک تجزیاتی جائزہ) (کراچی: پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی، ۲۰۰۰ء)، ص ۴۱۔۴۶

(۶) ایضاً۔

(۷) فرمان فتح پوری، نگارِ پاکستان، نیاز نمبر (مئی۔جون ۱۹۶۳ء)، ص ۱۲۷ [حصّہ دوم]۔

(۸) عظمیٰ فرخ، محولہ بالا، ص ۴۹۔

(۹) عظمیٰ فرخ، محولہ بالا، ص ۵۱۔

(۱۰) عظمیٰ فرخ، محولہ بالا، ص ۵۵۔

(۱۱) محمد اشرف کمال، اُردو ادب کے عصری رُجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (ملتان: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء)

(۱۲) ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، اُردو ادب کے دو تنقیدی جائزے (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۰۰۔

(۱۳) شمشیر خان، پاکستان کے منتخبہ ادبی اُردو رسائل کا تاریخی، تنقیدی و ادبی جائزہ (کراچی: انٹرنیشنل پریس، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۶۔

(۱۴) عظمیٰ فرخ، محولہ بالا، ص ۱۵۱۔۱۵۲

(۱۵) متین الرحمن مرتضیٰ، تعارفِ ابلاغِ عامہ (کراچی: صیغۂ مطبوعاتی ابلاغ، شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۶۲۔

(۱۶) فوزیہ ناز، پاکستان میں اُردو کی مجلاّتی صحافت: ایک تاریخی و تحقیقی جائزہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (کراچی: جامعہ کراچی، ۲۰۱۲ء)[ضمیمہ ب]۔
(۱۷) ماہنامہ جائزہ کراچی، جلد ۱۲۔۱۱، جون۔جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۴۔
(۱۸) محمد طاہر فاروقی، خاطر غزنوی، پاکستان میں اُردو (پشاور: پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی)۱۹۶۵ء، ص ۴۸۷۔
(۱۹) عظمیٰ فرخ، محولہ بالا ص ۱۲۶۔
(۲۰) ماہنامہ اُردو نامہ (کراچی: ترقی اُردو بورڈ، فروری ۱۹۶۱ء)
(۲۱) ماہنامہ آج کل، کراچی، شمارہ ا، جولائی ۱۹۷۰ء، ص ۷۔
(۲۲) آصف جہانگیر، مجلہ سیپ کے تخلیقی اور فکری کردار کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (۱۹۶۳ء تا ۲۰۰۷ء)، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (ملتان: بہاالدین زکریا یونیورسٹی)، ص ۳۰۔۲۹
(۲۳) نسیم درانی، اداریہ، سیپ، شمارہ ۲، اپریل ۱۹۶۴ء، ص ۸۔
(۲۴) ماہنامہ جم جم کراچی، جلد ا شمارہ ۲، جون ۱۹۷۱ء، ص ۷۔
(۲۵) ماہنامہ عکس لطیف کراچی (مفید الشعراء نمبر)، جون ۱۹۷۰ء، ص ۲۔
(۲۶) فوزیہ ناز، محولہ بالا۔
(۲۷) شہزاد منظر، پاکستان میں اُردو افسانے کے پچاس سال، ص ۲۰۷۔۲۰۶
(۲۸) ماہنامہ پاکستانی ادب، شمارہ ا، نومبر ۱۹۷۵ء۔
(۲۹) ماہنامہ غالب کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۳۔
(۳۰) تخلیقی ادب ماہنامہ ''اسلوب''، جلد نمبر ۴، شمارہ ۵۔۶، اکتوبر۔نومبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۵
(۳۱) علامت کراچی، شمارہ ۲۔۱، جنوری۔فروری ۱۹۸۹ء، ص ا۔
(۳۲) ماہنامہ صریر کراچی، شمارہ اوّل مئی۔جون ۱۹۸۹ء، ص ۶۔۵
(۳۳) سہ ماہی آج کراچی، کراچی کی کہانی (۱)، شمارہ ۲۰، خزاں ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۔
(۳۴) ارتقاء کراچی، شمارہ ۱۲، ص ۱۷۔
(۳۵) سہ ماہی تشکیل، شمارہ ۲۱۔۲۰، جنوری تا جون ۱۹۹۴ء، ص ۱۹۔
(۳۶) سہ ماہی ارمغان کراچی، شمارہ ۲۔۱، جنوری تا مارچ، ص ۵۔
(۳۷) ماہنامہ اقرار کراچی، جلد نمبر ا، شمارہ ۴۔۳، ص ۸۔
(۳۸) سہ ماہی رثائی ادب کراچی، شمارہ ا، جنوری تا مارچ ۱۹۹۶ء، ص ۴۔۳
(۳۹) سہ ماہی آئندہ کراچی، شمارہ ۶۱۔۶۰، دسمبر ۲۰۱۰ء تا جولائی ۲۰۱۱ء، ص ۷۔
(۴۰) ماہنامہ سخن ور کراچی، جلد نمبر ا، شمارہ ا، جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۷۔
(۴۱) سہ ماہی روشنائی، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۷۔
(۴۲) سہ ماہی اجراء، شمارہ ۲۲۔۲۱، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء، ص ۱۰۔
(۴۳) ماہنامہ اجمال، کتاب نمبر ۳، ص ۶۔
(۴۴) دنیازاد، کتابی سلسلہ نمبر ۷، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۷۶۔۲۷۵
(۴۵) ایضاً۔
(۴۶) ایضاً۔

(۴۷) فوزیہ ناز،محولہ بالا۔
(۴۸) ڈاکٹر محمد اشرف،اُردو ادب کے عصری رُجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار(کراچی:انجمن ترقیٔ اُردو،۲۰۰۸ء)،ص۳۶۔

مآخذ:

اشرف،محمد،اُردو ادب کے عصری رُجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار،کراچی:انجمن ترقیٔ اُردو،۲۰۰۸ء۔
جہانگیر،آصف،مجلہ سیپ کے تخلیقی اور فکری کردار کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ(۱۹۶۳ء تا۲۰۰۷ء)،مقالہ برائے پی ایچ ڈی،ملتان:بہاالدین زکریا یونیورسٹی۔
حیدر،خورشید اقبال،کراچی کی تعمیرِ نو،کراچی:کین کلچرل اینڈ لٹریری کونسل،۲۰۰۸ء۔
خاطرغزنوی(شریک مرتّب)،پاکستان میں اُردو،پشاور:پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی،۱۹۶۵ء۔
خان،شمشیر،پاکستان کے منتخبہ ادبی اُردو رسائل کا تاریخی،تنقیدی و ادبی جائزہ،کراچی:انٹرنیشنل پریس، ۱۹۷۰ء۔
درانی،نسیم،سیپ(اداریہ)،شمارہ۲،اپریل ۱۹۶۴ء۔
دموہی،محمد عثمان،کراچی تاریخ کے آئینے میں،کراچی:انڈس پبلی کیشنز،۱۹۹۶ء۔
فاروقی،محمد طاہر(شریک مرتّب)،پاکستان میں اُردو،پشاور:پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی،۱۹۶۵ء۔
فتح پوری،فرمان،نگارِ پاکستان،نیاز نمبر،مئی۔جون ۱۹۶۳ء [حصّہ دوم]۔
فرخ،عظمیٰ،کراچی کے ادبی رسائل(ایک تجزیاتی جائزہ)،کراچی:پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی،۲۰۰۰ء۔
قادری،اظہر،ادب کا مقام سماج میں،مشمولہ ماہنامہ سیپ کراچی،مئی۔جون۱۹۹۹ء۔
کشفی،ابوالخیر،اُردو ادب کے دو تنقیدی جائزے،کراچی:اُردو اکیڈمی سندھ،۱۹۶۳ء۔
کمال،محمد اشرف،اُردو ادب کے عصری رُجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار،پی ایچ ڈی مقالہ،ملتان:بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی،۲۰۰۵ء۔
مرتضیٰ،متین الرحمن،تعارفِ ابلاغ عامہ،کراچی:صیغۂ مطبوعاتی ابلاغ شعبۂ ابلاغِ عامہ جامعہ کراچی،۲۰۰۰ء۔
منظر،شہزاد،پاکستان میں اُردو افسانے کے پچاس سال۔
ناز،فوزیہ،پاکستان میں اُردو کی مجلّاتی صحافت: ایک تاریخی و تحقیقی جائزہ، پی ایچ ڈی مقالہ، کراچی:جامعہ کراچی،۲۰۱۲ء۔
نقوی،ہلال،اداریہ،سہ ماہی میراث کراچی،جنوری تا مارچ۱۹۹۱ء۔

رسائل وجرائد:

آج،سہ ماہی،کراچی،کراچی کی کہانی (۱)،شمارہ۲۰،خزاں ۱۹۹۵ء۔
آئندہ، سہ ماہی،کراچی،شمارہ۶۱۔۶۰،دسمبر ۲۰۱۰ء تا جولائی ۲۰۱۱ء۔
آج کل،ماہنامہ،کراچی،شمارہ۱،جولائی۱۹۷۰ء۔
اُردو نامہ کراچی:ترقی اُردو بورڈ،فروری۱۹۶۱ء۔

اجراء، سہ ماہی، شمارہ ۲۲۔۲۱، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء۔
اجمال، کتاب نمبر ۳۔
ارتقاء، کراچی، شمارہ ۱۲۔
ارمغان، سہ ماہی، کراچی، شمارہ ۲۔۱، جنوری تا مارچ۔
اقرار، ماہنامہ، کراچی، جلد نمبر ۱، شمارہ ۴۔۳۔
پاکستانی ادب، شمارہ ۱، نومبر ۱۹۷۵ء۔
دنیازاد، کراچی، کتابی سلسلہ نمبر ۷، ستمبر ۲۰۰۲ء۔
تخلیقی ادب، جلد نمبر ۴، شمارہ ۵۔۶، اکتوبر۔نومبر ۱۹۸۳ء۔
تشکیل، سہ ماہی، شمارہ ۲۱۔۲۰، جنوری تا جون ۱۹۹۴ء۔
جائزہ، ماہنامہ، کراچی، جلد ۱۲۔۱۱، جون۔جولائی ۱۹۷۱ء۔
جم جم، ماہنامہ، کراچی، جلد ۱ شمارہ ۲، جون ۱۹۷۱ء۔
رثائی ادب، سہ ماہی، کراچی، شمارہ ۱، جنوری تا مارچ ۱۹۹۶ء۔
روشنائی، سہ ماہی، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء۔
سخن ور، ماہنامہ، کراچی، جلد نمبر ۱، شمارہ ۱، جولائی ۱۹۹۸ء۔
صریر، ماہنامہ، کراچی، شمارہ اوّل، مئی۔جون ۱۹۸۹ء۔
عکس لطیف، ماہنامہ، کراچی، مفید الشعراء نمبر، جون ۱۹۷۰ء۔
علامت، کراچی، شمارہ ۲۔۱، جنوری۔فروری ۱۹۸۹ء۔
غالب، کراچی، ۱۹۷۵ء۔